Al-ʻUlūm Journal of Islamic Studies (AUJIS)

2020, 1(1), 25-45

علامہ سیوطیؒ کی تفسیر الاکلیل فی استنباط التنزیل کی روشنی میں سورۃ النمل کے مخصوص مضامین کا فقہی جائزہ

A Jursitacal Analysis of Selected Topics of *Surah al-Namal* from *al-Iklīl fī Istimbāt al-Tanzīl* by *Allama Syūtī*

Zia ul Rahman*, Abdul Haq[1], Sahibzada Baz Muhammad (PhD) *****
* Research Scholar, University of Balochistan, Quetta, Pakistan.
** Muntazim Jamiah, Fayuz ul Haramain Quetta, Pakistan.
*** Chariman Department of Islamic Studies, University of Baluchistan, Quetta, Pakistan.

Keywords

Al-iklīl; Jurisdiction; Animal; Woman; Gifts

Rahman, Z., Haq, A. and Muhammad, B. (2020). A Juristical Analysis of Selected Topics of *Surah al-Namal* from *al-Iklīl fī Istimbāṭ al-Tanzīl* by *Allama Sayūṭī*. *Al-ʻUlūm Journal of Islamic Studies*, 1(1), 25-45

© 2020 AUJIS. All rights reserved

Abstract: *The article is a juristic study on the selected topics from tafsir al-iklīl. It is a need of society to address the challenges which is behind of the research eyes. This research explores such an issue in juristical method. It is permissible to punish a lethargic animal moderately. Allah Almighty had permitted Prophet Sulaiman (A.S) to punish the animals in the same way, as He had permitted people of all ages. A permission which is still valid survives to slaughter them to make use of their flesh, bones, skin etc. Similarly, if the domestic animals, such as cow, horse, camel, donkey etc., do not perform their normal duty, then it is permissible even now to punish them moderately for disciplining. Punishing animals, other than domestic, is not permissible under Islamic law. The punishment should be enforced only when the guilt is established, otherwise he should be forgiven. This Article explores that Allama Sayūṭī explains the need based issues in the society to give their solution. Keeping these views, the article analysis with the exemplary patron of said tafsīr toward particular topics about surah al-Namal.*

1. Corresponding Author: Email: hqqanijanan@gmail.com

C

Content from this work is copyrighted by *Al-ʻUlūm* Journal of Islamic Studies, which permits restricted commercial use, research uses only, provided the original author and source are credited in the form of a proper scientific referencing.

قرآن مجید بے شمار علوم وفنون کا خزینہ ہے۔اس کے متعدد مضامین میں سے ایک اہم ترین مضمون اس کے احکام ہیں جو پورے قرآن مجید میں جابجا موجود ہیں۔احکام القرآن پر مبنی آیات کی تعداد پانچ سو یا اس کے لگ بھگ ہے۔لیکن مفسرین کرام نے جہاں پورے قرآن کی تفاسیر لکھی ہیں، وہیں احکام پر مبنی آیات کو جمع کر کے الگ سے احکام القرآن پر مشتمل فقہی تفسیری مجموعے بھی مرتب کئے ہیں۔احکام القرآن پر مشتمل کتب میں قرآن مجید کی صرف انہی آیات کی تفسیر کی جاتی ہے جو اپنے اندر کوئی شرعی حکم لئے ہوئے ہیں۔ ان کے علاوہ قصص، اخبار وغیرہ پر مبنی آیات کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر "**الاکلیل فی استنباط التنزیل**" بھی اسی طرز و انداز پر لکھی گئی ایک منفرد تفسیر ہے، جس میں علامہ سیوطی نے پورے قرآن میں موجود احکام پر مبنی آیات کی تفسیر قلم بند کی ہے۔

یہ مقالہ مذکورہ تفسیر اور مفسر کے مختصر تعارف کے علاوہ سورہ نمل کے منتخب مضامین (جانوروں کی سزا، شکار، قید یا مانوس کرنا۔ ۲۔ مشرکین کے تحائف کا رد و قبول۔ ۳۔ نکاح سے پہلے عورت کو دیکھنا) کے تحقیقی جائزے اور خلاصہ کلام پر مشتمل ہے۔

دور حاضر میں لاعلمی یا عدم توجہ کے باعث شرعی احکام کو نظر انداز کیا جا رہا ہے جس سے اللہ تعالی کی ناراضگی کے ساتھ ساتھ مخلوق کے حقوق کی پامالی اور اس کے اثرات بد سے معاشرہ مختلف مسائل کی آماج گاہ بنا ہوا ہے۔یوں تو اکثر مفسرین نے اپنی اپنی تفاسیر میں ان مسائل پر سیر حاصل علمی گفتگو کی ہے جو عربی زبان میں ہونے اور منتشر ہونے کی بناء پر اردو قارئین کی پہنچ سے دور ہے۔اس مقالے میں ان مسائل کی تحقیق، تحلیلی اور تجزیاتی انداز میں کی گئی ہے۔

یہاں صرف ان تین مضامین کے بیان کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ یہ مختصر آرٹیکل پوری سورت کے تمام مضامین کی تحقیق کا متحمل نہیں جب کہ دوسری وجہ یہ ہے کہ لوگ بے خبر ہونے کی وجہ سے ان مسائل میں بے توجہی اور بے اعتنائی کا شکار ہیں۔ان موضوعات کی ضرورت اور اہمیت اس لئے بھی زیادہ ہے کہ کچھ حضرات لاعلمی کی وجہ سے انہیں شریعت کے احکام ہی نہیں مانتے اور نتیجتاً وہ اپنے من پسند طریقے پر چل کر دین و دنیا کا نقصان کرتے ہیں۔اس مقالہ میں تحقیقی منہج عام فہم، آسان اور بیانیہ ہے تاکہ ہر خاص وعام سمجھ سکے جب کہ ان تمام مسائل کا جائزہ علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر **الاکلیل فی استنباط التنزیل** کے تناظر میں لیا گیا ہے۔

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کا مختصر تعارف

علماء کی درس وتدریس کی زینت، پانچ سو سے زائد چھوٹی بڑی کتابوں کے مصنف، علم کے جہاں کا آفتاب جلال الملت والدین، علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ معروف ومشہور شخصیت کے مالک ہیں۔ آپ کی حیات جاوداں کے بارے میں تاریخ تفسیر ومفسرین کے مؤلف غلام احمد حریری تحریر کرتے ہیں:

> "نام نامی جلال الدین ابو الفضل عبد الرحمان بن ابی بکر سیوطی ہے، آپ شافعی المسلک تھے ماہ رجب ۸۴۹ھ کو پیدا ہوئے، آپ کے تلمیذ علامہ داؤدی کا بیان ہے کہ علامہ سیوطی کے شیوخ واساتذہ کی تعداد اکاون ہے۔ آپ پانچ سو سے زائد کتب کے مصنف ومؤلف ہیں، امام سیوطی سرعت تصنیف میں عدیم النظیر تھے، آپ نے ۱۹ جمادی الاولی ۹۱۱ھ شب جمعہ کو وفات پائی۔"[1]

جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ حیرت انگیز قوت حافظ کے مالک تھے۔حفظ قرآن کے بعد **عمدۃ الاحکام للنووی، منهاج لابن مالک،** اور **الفية للبيضاوى** حفظ کر لیں۔ آپ نے مصر کے نامور اساتذہ سے تفسیر، حدیث، فقہ، نحو، معانی، بیان، طب وغیرہ علوم کی تعلیم حاصل کی۔

۸۶۹ھ میں سیوطی فریضہ حج ادا کرنے کے لیے گئے اور وہاں کے اساتذہ سے کسب فیض کیا۔ سفر حج کے دوران میں انھوں نے **"النحلة الزكية فى الرحلة المكية"** اور **"النفحة المسكية والتحفة المكية"** تصنیف کیں۔[2]

اس کے بعد ۸۷۰ھ کے اوائل میں قاہرہ واپس آئے اور اپنے والد کے مدرسہ شیخونیہ میں مسند پر براجمان ہو گئے۔ ۸۹۱ھ میں آپ کو معروف مدرسہ البیبرسیہ میں بھیج دیا گیا۔ لیکن بعض وجوہات کی بنا پر آپ کو ۹۰۶ھ میں اس منصب سے الگ ہونا پڑا۔ کچھ عرصہ کے بعد آپ کے جانشین مدرس کی وفات کے بعد آپ کو دوبارہ اسی عہدے کی پیش کش کی گئی جسے آپ نے قبول نہ کیا اور گوشہ نشینی کی زندگی اختیار کر لی۔[3]

علامہ سیوطی کثیر التالیف علماء میں سے تھے، آپ نے نادر روزگار پانچ سو سے زائد تصنیفات کا گراں قدر مجموعہ امت کو دیا، ڈاکٹر محمود احمد غازی اپنے محاضرات قرآنی میں لکھتے ہیں:

1- غلام محمد حریری، **تاریخ تفسیر ومفسرین** (فیصل آباد: ملک سنز اینڈ پبلشرز، 1999ء)، 229۔

2- جلال الدین سیوطی، كتاب التحدث بنعمة الله (قاہرہ: المطبعة العربية الحديثية، 1975ء)، 79۔

3- دانش گاہ پنجاب، **اردو دائرہ معارف اسلامیہ** (لاہور، دانش گاہ پنجاب، 2006ء)، 53711۔

"علامہ جلال سیوطی مشہور مفسر محدث اور فقیہ بلکہ ہر فن کا مولا ہیں۔جن کی کم و بیش پانچ سو کتابیں موجود ہیں۔"[4]

مولوی عبد الحلیم چشتی نے فوائد جامعہ بر عجالہ نافعۃ، میں ۵۰۶ کتب کی فہرست ترتیب دی۔[5]

اسماعیل پاشا بغدادی نے بھی آپ کی تصانیف کی ایک فہرست ترتیب دی ہے۔جبکہ آپ کے ہم عصر علما میں سے کسی ایک کی بھی تصانیف کی تعداد اِس قدر نہیں ہے۔[6]

الاکلیل فی استنباط التنزیل کا مختصر جائزہ

احکام القرآن پر بہت ہی عمدہ اوراعلیٰ پیرائے میں تفاسیر لکھی جاچکی ہیں، مگر علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر "الاکلیل فی استنباط التنزیل" کئی حیثیتوں سے ممتاز ہے، اس کی ایک اہم وجہ یہ ہے کہ انہوں نے مختصر اور احسن انداز میں ان احکام کا استقصاء کیا ہے، یہ تفسیر مختصر ہونے کے ساتھ ساتھ نہایت مفید ہے، اس تفسیر میں علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے فقہی احکام و مسائل کی بہت مختصر، آسان اور سہل انداز میں تشریح فرمائی ہے۔علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے عموماً شافعی مسلک کو مد نظر رکھتے ہوئے فقہی احکام کا استنباط کیا ہے مگر بایں ہمہ وقتاً فوقتاً دوسرے مشہور فقہی مسالک کا بھی تذکرہ کرتے ہے۔ایک جید فقہی عالم اور مفتی کے لئے یہ تفسیر اہم فقہی ماخذ ہے جو دوسرے بہت ساری فقہی تفاسیر سے مستغنی کرنے والی ہے، علامہ عبد القادر الکاتب اس تفسیر کے بارے میں تحریر کرتے ہیں کہ:

"علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی یہ تفسیر اس سے بلند ہے کہ مجھ جیسا عاجز اس کی تعریف کرے، یہ تفسیر روز اوّل سے علما اور فقہا کے استنباطات کا مرجع ہے۔اگر لوگوں کی طبائع جامدہ کا خیال نہ ہوتا تو علما ہر وقت اس کی طرح طرح کی خدمات کرتے رہتے، اور لوگوں کے لئے اسے سہل بناتے۔"[7]

سورۃ النمل کے منتخب مضامین کا فقہی جائزہ

یہ آرٹیکل، سورہ نمل میں مذکور تین احکام پر مشتمل ہیں، پہلا حکم اور مسئلہ جانوروں کی سزا، شکار، قید یا مانوس کرنے کا ہے۔اس مسئلے سے نابلد عوام حیوانات پر بے جا تشدد کرتے ہیں، دوسرا مسئلہ بھی بہت اہم ہے وہ

4- محمود احمد غازی، **محاضرات قرآنی** (لاہور: الفیصل ناشران وتاجران.2002)،237۔

5- مولوی عبد الحلیم چشتی، **فوائد جامعہ بر عجالہ نافعۃ** (لاہور: علمی بک ڈپو. س ن)،212۔

6- جلال الدین سیوطی، مقدمہ الاتقان فی علوم القرآن (کوئٹہ، مکتبہ المعروفیہ. س ن)،1832۔

7- جلال الدین سیوطی، مقدمہ الاکلیل فی استنباط التنزیل (بیروت: دار الکتب العلمیۃ،1981ء)،۵۔

مشرکین کے تحائف کا رد و قبول ہے، چونکہ دنیا نے گلوبل ویلیج (ایک گاؤں) کی شکل اختیار کر لی ہے تو یہود و نصاری اور مشرکین کے ساتھ ہمارے بہت سارے معاملات خلط ملط ہو گئے،ان کے پروگراموں میں بعض مسلمان شریک ہو کر بے دھڑک ہر قسم کے تحائف قبول کرتے ہیں، جبکہ بعض دیگر مسلمان ان سے ہر قسم کے تحائف لینے کو ممنوع سمجھتے ہیں،اس مسئلے پر فقہی بحث بھی مقصود ہے، اور تیسرا مسئلہ نکاح سے پہلے عورت کو دیکھنے کا ہے کہ دور جدید کے نوجوانوں میں یہ وبا پھیلی ہے کہ نوجوان لڑکے لڑکیاں ایک دوسرے سے منگنی کے نام پر اختلاط کرتے ہیں جو کہ شریعت کی رو سے ممنوع ہے۔

مذکورہ بالا منتخب مضامین کا فقہی اور تجزیاتی مطالعہ کیا گیا ہے جو کہ تفسیر الاکلیل کی روشنی میں بیانیہ صورت میں پیش کیا ہے۔

سورۃ النمل کا مرکزی خیال اور خلاصہ مضامین

سورت کی ابتدا میں قرآن مجید کا تعارف کروایا گیا ہے کہ قرآن اپنے مدعا اور دلائل کے حوالے سے واضح اور مدلّل کتاب ہے۔ یہ ایسے لوگوں کے لیے خوشخبری کا پیغام ہے جو حقیقی معنوں میں ایمان لاتے ہیں، نماز قائم کرتے ہیں، زکوٰۃ کی ادائیگی کا اہتمام کرتے ہیں اور آخرت پر یقین کامل رکھتے ہیں، ان کے مقابلے میں جو آخرت کی جواب دہی پر یقین نہیں رکھتے۔ ان کے لیے ان کے برے اعمال خوبصورت بنا دیئے گئے ہیں اور وہ اپنی روش میں اندھے ہو چکے ہیں۔ بنیادی ہدایات کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نبوت کا ابتدائی واقعہ ذکر کیا گیا ہے کہ اللہ نے انہیں سفر میں کس طرح نبوت اور عظیم معجزے عطا فرمائے، اس کے بعد حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے اقتدار اور اختیارات کا ذکر فرما کر ملکہ بلقیس کے ساتھ حضرت سلیمان علیہ السلام کی سفارت اور ملاقات کے مثبت نتائج کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ جس میں حضرت سلیمان علیہ السلام کی قدم بہ قدم پر ذہانت نمایاں ہے اور ملکہ بلقیس ہر قدم پر اپنی بے علمی کا اعتراف کرتے ہوئے بالآخر مسلمان ہو جاتی ہے، پھر صالح علیہ السلام کی قوم اور لوط علیہ السلام کی قوم کے کردار اور انجام پر تبصرہ کیا گیا ہے، حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم کے کردار اور انجام سے اہل مکہ کو متنبہ کیا ہے کہ تم جو کچھ بھی ہو لیکن فرعون اور اس کے ساتھیوں سے تمہاری طاقت اور بغاوت زیادہ نہیں،جب فرعون اور اس کے لشکر حق کے مقابلے میں ٹھہر نہ سکے تو تمہاری طاقت تو ان سے کم ہے، لہٰذا سمجھ جاؤ ورنہ تمہارا انجام بھی آل فرعون جیسا ہی ہو گا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام اور ملکہ بلقیس کا واقعہ ذکر کر کے یہ بتایا گیا ہے کہ جسے اللہ تعالیٰ اقتدار بخشے، دوسروں کی ہدایت اور رہنمائی کا فریضہ سرانجام دینا بھی اس کے فرائض میں شامل ہوتا ہے، اور جس تک حق کا

پیغام پہنچے اسے تسلیم کا رویہ اختیار کرنا چاہیے۔ سورت النّمل کے آخر میں سوالات کی صورت میں توحید اور مرنے کے بعد، زندہ ہونے کے دلائل دیئے گئے ہیں پھر نبی ﷺ کو حکم دیا کہ اہل مکہ پر واضح کردیں جس رب نے مکہ کو حرمت والا بنایا ہے میں اسی رب کی دعوت دیتا اور اسی کی عبادت کرتا ہوں۔ جس نے قرآن مجید کی ہدایت کو قبول کیا اس کا اسے ہی فائدہ پہنچے گا، جو اپنے انکار پر قائم رہا، میرا کام تو اسے سمجھانا اور برے انجام سے ڈرانا ہے۔ سورت کا اختتام ان الفاظ میں ہوا کہ آپ ﷺ ہر حال میں اپنے رب کا شکر ادا کرتے رہیں وہ عنقریب اپنی قدرت کی نشانیاں دکھلائے گا، جنہیں دیکھ کر منکرین کو یقین ہو جائے گا کہ جو کچھ آپ فرما رہے ہیں وہ حق اور سچ ہے یاد رکھیں کہ آپ کا رب ان کے اعمال سے غافل نہیں ہے، اس سورت کے مضامین کا خلاصہ اور مرکزی خیال بیان کرتے ہوئے علامہ طنطاوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

> ”اس سورت کے شروع میں اللہ کی ثناء وصفت بیان ہوئی ہے اور جن مومنین نے اچھے اعمال کئے ان کی تعریف اور جنہوں نے غلط اعمال کئے ان کو ڈرایا گیا ہے، اس کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قصہ بیان کیا گیا ہے اور پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت داود علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام پر جو کچھ نوازشات فرمائیں ان کا بیان ہے ۔ اس کے بعد بلقیس اور ہدہد کے تذکرے کے ضمن میں کچھ ہدایات دی گئی ہیں ۔ حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے قصے کے ضمن میں توحید باری تعالیٰ کے بیان کے ساتھ ساتھ نبی کریم ﷺ کے لیے سامان تسلی بھی ہے۔ سورت کا اختتام قیامت کی علامات اور مسلمانوں اور کفار کے انجام سے کیا گیا ہے۔ “(8)

خلاصہ کلام یہ کہ اس سورت کی خصوصیات حسب ذیل ہیں:

1- اس سورت کا تعلق مکی زندگی کے عہد سے ہے جب کفار کی عداوت اپنے عروج پر تھی۔

2- آغاز میں قرآن کریم کا تعارف کر دیا گیا ہے کہ یہ اہل ایمان کے لیے مژدہ رحمت ہے۔ اور کسی انسان کی تصنیف نہیں۔

3- اس حقیقت کو بھی واضح کیا گیا ہے کہ اسلام نے روز قیامت پر ایمان لانے کو کیوں ضروری قرار دیا۔ یہ عقیدہ انسانی زندگی کو سنوارنے میں ایک فیصلہ کن حیثیت رکھتا ہے۔ متعدد مثالیں دے کر اس حقیقت کو واضح کر دیا۔

8- محمد سید طنطاوی، التفسير الوسيط للقرآن الكريم (القاهرة: دار نهضة، 1997)، 29510۔

4- فرعون (منکر قیامت) کا ذکر کیا گیا ہے کہ جب اسے ملک مصر کی محدود سلطنت ملی تو اس نے اپنے خالق کا ہی انکار کر دیا اور اپنی رعایا پر ظلم و ستم کی انتہا کر دی، یہاں تک کہ وہ اپنے گناہوں کے بوجھ کے نیچے پس گیا اور اپنے مظالم کے طوفان میں تنکوں کی طرح بہہ کر فنا ہو گیا۔

5- اس کے بعد سیدنا سلیمان علیہ السلام کی سیرت اور عظیم مملکت بیان کی گئی ہے۔

6- قوم ثمود اور قوم لوط کے حالات بیان کر کے اس حقیقت کو بھی واضح کر دیا کہ جس معاشرے میں آخرت پر ایمان نہیں ہو گا وہاں انفرادی اور اجتماعی کردار ان غلاظتوں سے آلودہ ہو جاتا ہے۔

7- پانچویں رکوع میں شرک کے بطلان پر ایسے مسکت اور دندان شکن دلائل پیش کیے گئے جن کا ان کے پاس کوئی جواب نہ تھا۔

8- آخر میں اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کریم ﷺ کو یہ فرما کر تسلی دے رہا ہے کہ ان کفار و مشرکین میں حق پذیری کی استعداد ہی نہیں۔ اگر اندھا سورج کی روشنی کو نہیں دیکھ سکتا تو یہ اس کا نقص ہے نہ کہ سورج کی روشنی کا قصور ہے اور نہ ہی اس کی فیاضی میں کوئی کمی ہے۔

9- سرداران مکہ کی اس غلط فہمی کا بھی ازالہ کر دیا جس میں آج بھی کئی روساء اور نامور لوگ مبتلا ہیں۔ وہ یہ سمجھتے تھے کہ اگر ہم نے اسلام قبول کر لیا تو یہ ہمارا خدا اور رسول پر بڑا احسان ہو گا۔

منتخب مضامین کا فقہی جائزہ

وہ مضامین جن کے احکامات کا انتخاب کیا گیا ہے ان پر سیر حاصل بحث تفسیر الاکلیل کی روشنی میں فقہی انداز میں کی جارہی ہے تاکہ مثبت پہلو کے پیش نظر تجزیاتی مطالعہ بھی کیا جائے:۔

1- جانوروں کو مارنے کے فقہی احکام

تمام حیوانات اگرچہ شعور رکھتے ہیں مگر اللہ تعالی نے اپنی حکمت بالغہ کے تحت ان کو انسان کے لئے مسخر کر دیا ہے، یہ جانور شب وروز انسان کے کام میں لگے ہوئے نظر آتے ہیں، جس طرح یہ انسانوں کے کام آتے ہیں انسان کے لیے بھی مناسب ہے کہ ان بے زبان جانوروں کے حقوق کا بھی خیال رکھے البتہ سرکشی، نافرمانی اور کام میں سست روی کی صورت میں فقہاء امت نے ان کے لئے مناسب سزاء تجویز فرمائی ہے، اس سزاء کی اصل

اور دلیل کے لئے فقہاء کرام سورہ نمل کی درج ذیل آیت کریمہ بطور استدلال پیش کرتے ہیں:

﴿لَأُعَذِّبَنَّهُ عَذَابًا شَدِيدًا أَوْ لَأَذْبَحَنَّهُ أَوْ لَيَأْتِيَنِّي بِسُلْطَانٍ مُّبِينٍ﴾[9]

(میں اسے سخت سزا دوں گا یا اسے ذبح کر ڈالوں گا یا میرے سامنے (اپنی بے قصوری) کی واضح دلیل پیش کرے گا۔)

سورہ نمل کی اس آیت کے تناظر میں علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"قوله تعالى {لَأُعَذِّبَنَّهُ} الآية.قلت:ويستدل به على جواز تأديب الحيوانات والبهائم بالضرب عند تقصيرها في المشي وإسراعها ونحو ذلك وعلى جواز نتف ريش الحيوان لمصلحة لأن المراد بالتعذيب المذكور نتف ريشه كما أخرجه أبي حاتم عن ابن عباس."[10]

(اللہ تعالی کا قول "لَأُعَذِّبَنَّهُ" (علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ) میں کہتا ہوں کہ اس آیت سے علما نے جانوروں اور حیوانوں کو سدھارنے، سست اور تیز چلنے وغیرہ میں کوتائی کے وقت مارنے کے جائز ہونے پر استدلال فرمایا ہے، اسی طرح کسی بھی مصلحت اور فائدے کی خاطر پرندے کے پر کاٹنے کو بھی جائز قرار دیا ہے، کیونکہ اس آیت میں بھی تعذیب سے مراد پروں کا کاٹنا ہے جس طرح کہ ابن ابی حاتم نے عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل فرمائی ہے۔)

علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی طرح دیگر مفسرین اور فقہائے امت نے بھی ملکہ سبا کے اس واقعہ سے حیوانات کو سزا دینے کے جواز پر استدلال فرمایا ہے، جیسا کہ "تفسیر السمرقندی" میں مشہور فقہی فقیہ ابو اللیث سمرقندی لکھتے ہیں:

"تجوز العقوبة على وجه التاديب اذا كان منه ذنب، كما يجوز للاب ان يودب ولده الصغيره واما الذبح فيجوز، وان لم يكن منه الذنب-"[11]

(اگر کسی جانور سے کوئی خطا سرزد ہو جائے تو انھیں بطور تادیب سزا دینا جائز ہے، جیسا کہ باپ کے لیے جائز ہے کہ وہ اپنے نابالغ بچے کو تادیب کے لیے سزا دے۔ اسی طرح جانور کا ذبح کرنا بھی جائز ہے اگرچہ اس سے کوئی خطا سرزد نہ ہو۔)

9- القرآن 21:27 ۔

10- سیوطی، مقدمه الاكليل فى استنباط التنزيل، 201۔

11- نصر بن محمد احمد ابو اللیث السمرقندی، تفسیرالسمرقندی المسمی بحرالعلوم (بیروت، دارالفکر، 1997ء)، 577:2۔

اب رہی یہ بات کہ کیا یہ سزاء کسی مقصد اور فائدے کے لئے دی جاسکتی ہے یا بغیر کسی فائدے کے بھی، مولانا اشرف علی تھانوی تفسیر بیان القرآن میں بہت ہی عمدہ انداز میں اس مسئلے کا حل لکھتے ہیں:

"اور (لَأُعَذِّبَنَّهُ) سے معلوم ہوا کہ حیوانات کو تعلیم کے لیے تادیب جائز ہے اور دفع اذی کے لیے قتل بھی جائز ہے، جہاں تادیب و دفع اذی مرتب ہو، ورنہ نہیں، مثلاً ہدہد نہ قابل تادیب ہے نہ اس سے کوئی ایذا پہنچتی ہے، بخلاف اس حالت کے کہ غیر حاضری پر تادیب نافع ہوتی۔" (12)

اسی طرح علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ بھی لکھتے ہیں:

"ویجوز ان یبیح اللّٰہ تعالیٰ لہ ذلک لمارای فیہ من المصلحۃ والمنفعۃ کما اباح سبحانہ ذبح البہا ئم والطیور للاکل وغیرہ من المنافع واذا سخرلہ الطیر ولم یتم من اجلہ الا بالتادیب والسیاسۃ جاز ان یباح لہ ما یصلح بہ۔"(13)

(اور جائز ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی مصلحت و منفعت کی خاطر حضرت سلیمان علیہ السلام کے لیے اس کا ذبح کرنا جائز قرار دیا ہو، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے کھانے و دیگر منافع کی خاطر جانوروں اور پرندوں کا ذبح کرنا جائز قرار دیا ہے، چوں کہ اللہ تعالیٰ نے پرندے کو انسان کے لیے مسخر کیا ہے تو اس کو تابع دار بنانے اور اس کی اصلاح کے لیے اس کی تادیب اور سزا بھی مباح ہے۔)

لیکن بلاضرورت کسی جانور کو مارنے، اسے ذبح کرنے اور اس پر ظلم کرنے کی اسلام نے سختی سے ممانعت کی ہے اور ایک بے زبان جانور کے ساتھ سنگدلانہ برتاؤ کو اسلام نے سخت ناپسند کیا ہے، اسلام نے جانوروں کے ساتھ نرمی برتنے اور ان کی خوراک کا اہتمام کرنے کی تعلیم دی ہے، اسلامی تعلیمات کے مطابق جانوروں کو اذیت پہنچانا، آدمی کو دوزخ کا مستحق بناتا ہے، جیسا کہ ارشاد نبوی ﷺ ہے:

"دخلت امراۃ النار فی ھرۃ حبستھا فلا ھي اطعمتھا ولا ھي ترکتھا تاکل من حشاش الارض۔"(14)

(ایک عورت کو اس وجہ سے جہنم کی آگ میں داخل کیا گیا کہ اس نے ایک بلی کو باندھ رکھا تھا، نہ اسے کچھ کھلاتی تھی اور نہ ہی چھوڑتی تھی کہ وہ زمین کے کیڑے مکوڑے ہی کھالے۔)

12- اشرف علی تھانوی، **بیان القرآن** (کراچی: دارالاشاعت، س ن)، 85:2۔

13- آلوسی، 137:19۔

14- محمد بن اسماعیل بخاری، الجامع الصحیح، کتاب المساقات، باب فضل سقی الماء (کراچی: قدیمی کتب خانہ، س ن)، رقم: 5632۔

اسی طرح احادیث سے یہ بھی ثابت ہے کہ جانوروں کو صرف کھانے کے لیے ذبح کیا جا سکتا ہے، بلا وجہ ہی ذبح کر کے پھینک دینا جائز نہیں ہے جیسا امام دارمی ،حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”من قتل عصفوراً بغير حقه، سأله اللّٰہ عنه يوم القيامة، قيل وما حقه؟ قال:وان تذبحه فتاكله.“[15]

(جو شخص چھوٹی سی چڑیا کو ناحق مار ڈالے تو اللہ قیامت کے دن اس سے اس کے متعلق پوچھے گا، کہا گیا اس کا کیا حق ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا، اس کا حق یہ ہے کہ اسے ذبح کر کے کھایا جائے۔)

یہ بات بھی قابل وضاحت ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے لیے اللہ تعالیٰ نے اگرچہ ہر قسم کے جانوروں کو سزائیں دینا حلال کر دیا تھا، جیسا کہ جانوروں کو ذبح کر کے ان کے گوشت پوست وغیرہ سے فائدہ اٹھانا حلال کر دیا گیا ہے۔ لیکن ہماری شریعت میں ہر قسم کے جانوروں کو سزا دینا جائز نہیں۔ بلکہ چند مخصوص قسم کے جانوروں مثلاً گائے، بیل گدھا، گھوڑا، اونٹ وغیرہ کو تادیب کے لیے بقدر ضرورت اس وقت معتدل سزا دینا جائز ہے، جب وہ اپنے کام میں سستی کریں۔

2- مشرکین کے تحائف قبول کرنے کی شرعی حیثیت

ہدیہ سے مراد وہ عطیہ ہے جو باہمی انس و محبت کو قائم رکھنے کے لیے کسی کو دیا جاتا ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے:

”تهادو اتحابوا.“[16]

(ایک دوسرے کو تحائف دیا کرو اس سے تم باہم محبت کرنے لگو گے۔)

بلاشبہ ہدیہ اور تحفہ محبت اور الفت کو بڑھاتا اور عداوت کو دور کرتا ہے جیسا کہ ملکہ سباء نے سیدنا سلیمان علیہ السلام کے مواخذہ سے بچنے اور ان کی طرف مودت کے پیغام کی خاطر، مگر جدید دور میں لوگ ہمیشہ ہدیہ و تحفہ کی بجائے اپنے ناجائز کام نکلوانے کے لیے رشوت کا سہارا لیتے ہیں ان کا یہ اسلوب لوگوں کے دلوں پر قبضہ کرنے کے

15- ابو محمد عبد اللہ بن عبد الرحمن دارمی، السنن ، كتاب الاضاحى، باب من قتل شيا من الدواب عبثا (ملتان، نشر السنۃ، 1966ء) رقم: 1984۔

16- امام مالک بن انس، الموطا (لاہور: مطبع مجتبائی، 1495ھ)، 2082۔

مترادف ہوتا ہے۔ چنانچہ وہ رشوت کے ذریعے قوم کو پہچاننے (ان کا اخلاقی اور دینی معیار جانچنے) کی کوشش کرتے ہیں اور اس طرح سے وہ قوم اور عوام کے درمیان متحرک اُس عنصر کو اچھی طرح سے پہچانتے ہیں کہ جس کی وجہ سے ان کی خواب گاہوں کو بے چین اور بے آرام کیا جا سکتا ہے اور ان کو کسی کے خلاف بھڑکایا جا سکتا ہو۔ وہ ملازمت پر بھاؤ تاؤ کرتے ہیں اور پھر افسرانِ بالا کی عزت اور ان کے وقار کا سودا چند روپوں میں کرنے کی کوشش کرتے ہیں لہذا جس کا مقصد حیات مال و متاع ہو وہ ان کی طلب پر لبیک کہہ دیتا ہے اور جس کا ایمان مضبوط، دین قائم اور دعوت خالص ہو، وہ خود صالح نمونہ اور اسوہ حسنہ والا ہو اور اس کے لیے اسوہ حسنہ سیدنا سلیمان علیہ السلام کا ہو تو وہ فقر و فاقہ کو مالداری پر ترجیح دیتے ہوئے اس رشوت کو قبول کرنے سے انکار کر دیتا ہے، جیسا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے ملکہ سباء کے ہدیہ کو واپس لوٹاتے ہوئے فرمایا:

﴿فَلَمَّا جَاۤءَ سُلَيۡمٰنَ قَالَ اَتُمِدُّوۡنَنِ بِمَالٍ فَمَاۤ اٰتٰٮنِۦَ اللّٰهُ خَيۡرٌ مِّمَّاۤ اٰتٰٮكُمۡ بَلۡ اَنۡتُمۡ بِهَدِيَّتِكُمۡ تَفۡرَحُوۡنَ﴾[17]

(پھر جب وہ سلیمان علیہ السلام کے پاس آیا، آپ نے فرمایا: کیا مال سے میری مدد کرتے ہو تو جو دولت اللہ تعالیٰ نے مجھے دی ہے وہ تمہاری دولت سے بہتر ہے (یہ تحفے مجھے خوش نہیں کر سکتے)، البتہ تمھارا تحفہ دینا تمھیں خوش کرتا ہے۔)

اسی آیت کریمہ کے تناظر میں دیگر فقہا کی طرح علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر "الاکلیل فی استنباط التنزیل" میں لکھا ہے:

"قوله تعالى: {أَتُمِدُّونَنِ} الآية، فيه استحباب رد هدايا المشركين."[18]

(اللہ تعالیٰ کا قول: {أَتُمِدُّونَنِ} اس آیت کریمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مشرکین کے ہدایا اور گفٹ کو واپس کرنا مستحب ہے۔)

یہاں علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کا دعوی یہ ہے کہ بعض حالات میں ایک غیر مسلم کا ہدیہ قبول کرنا جائز یا مناسب نہیں، بلکہ اس سے رد کرنا اچھا ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے بھی یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض کفار کا ہدیہ قبول فرمالیا اور بعض کا رد کر دیا، مثلاً حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں:

17- القرآن 27:36۔

18- سیوطی، مقدمہ الاکلیل فی استنباط التنزیل، 201۔

"قدم عامر بن مالک اخوا لبراء وهو مشرک فأهدى للنبى فرسين وحلتين، فقال لااقبل هدية المشرک۔"[19]

(براء کا بھائی عامر بن مالک مدینہ طیبہ کسی ضرورت سے پہنچے جب کہ وہ مشرک تھے اور آنحضرت ﷺ کی خدمت میں دو گھوڑے اور دو جوڑے کپڑوں کے بطور ہدیہ پیش کیے آپ ﷺ نے اس کا ہدیہ یہ فرما کر واپس کر دیا کہ ہم مشرک کا ہدیہ قبول نہیں کرتے۔)

اور دوسری روایت ہے:

"ان عياض بن حمار المجاشعى أهدى الى رسول اللهﷺ فقال له:أسلمت ياعياض؟ فقال لا، فقال ان اللهّ نهانى عن زبد المشركين اى عطاياهم-"[20]

(عیاض بن حمار مجاشعی نے آپ ﷺ کی خدمت میں ایک ہدیہ پیش کیا تو آپ ﷺ نے اس سے سوال کیا: تم مسلمان ہو؟ اس نے کہا: نہیں۔ آپ ﷺ نے ان کا ہدیہ یہ کہہ کر رد دیا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے مشرکین کے عطایا لینے سے منع فرمایا ہے۔)

ان روایات کے بالمقابل یہ روایات بھی موجود ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے بعض مشرکین کے ہدایا قبول فرمائے، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح میں ایک باب قائم کیا ہے جس کا عنوان ہے: قبول الهدية من المشركين۔[21]

اس باب کا مقصد یہ بتانا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے بعض غیر مسلموں سے ہدایا قبول کئے تھے، جیسا کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

19- بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی، عمدة القارى شرح صحيح البخارى، كتاب الهبة، باب قبول هدية من المشركين (بیروت: المكتبة العلمية س۔ن)، 12:12۔

20- ابو عیسی محمد ترمذی، الجامع، ابواب السير، باب فى قبول هدايا المشركين (کراچی: قدیمی کتب خانہ، س ن) رقم :1435۔

21- بخاری، الصحيح، كتاب الهبة وفضلها، باب قبول الهداية من المشركين، 356:1

"واهديت للنبیﷺ شاةً فيها سم وقال ابو حميد اهدیٰ ملك ايلة للنبیﷺ بغلة بيضآء كساه برداً وكتب له ببحرهم."(22)

(اور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں (خیبر کے یہودیوں کی طرف سے) ہدیہ کے طور پر بکری کا ایسا گوشت پیش کیا گیا تھا جس میں زہر تھا (دشمنی میں) ابو حمید نے بیان کیا کہ ایلہ کے حکمران نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں سفید خچر اور چادر ہدیہ کے طور پر بھیجی تھی، اور نبی کریم ﷺ نے اسے لکھوایا تھا کہ وہ اپنی قوم کے حکمران کی حیثیت سے باقی رہے۔ (کیونکہ اس نے جزیہ دینا منظور کیا تھا۔)

اس باب میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اس مشہور واقعہ سے متعلق روایت (تعلیقات) کا ذکر کیا ہے جس میں ایک ظالم بادشاہ نے حضرت ہاجرہ علیہا السلام کو حضرت سارہ علیہا السلام کو بطور خادمہ دے دی تھی، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"وقال ابوهريرة رضى الله عنه عن النبیﷺ هاجر ابراهيم عليه السلام بسارة فدخل قرية فيها ملك اوجبار فقال اعطوها اجر."(23)

(اور حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ کے حوالہ سے بیان کیا کہ ابراہیم علیہ السلام نے سارہ علیہا السلام کے ساتھ ہجرت کی تو ایک ایسے شہر میں پہنچے، جہاں ایک بادشاہ یا ظالم حکمران تھا، اس بادشاہ نے سارہ علیہا السلام کو حضرت ہاجرہ علیہا السلام (تحفہ کے طور) دینے کا حکم دیا۔)

اس روایت کو نقل کرنے کے بعد محمد زکریا اقبال لکھتے ہیں:

"مذکورہ حدیث سے یہ فائدہ حاصل ہوا کہ مسلمان کے لیے کسی کافر اور ظالم شخص کا ہدیہ قبول کرنا جائز ہے، بشرطیکہ اس ہدیہ سے اپنے دین وایمان میں کسی خلل اور کوتاہی کا اندیشہ نہ ہو۔ حضرت سارہ علیہا السلام کو اسی شیطان صفت کافر وظالم بادشاہ نے خادمہ ہبہ کی تو حضرت سارہ علیہا السلام نے اس ہدیہ کو قبول کیا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بھی اس کی توثیق فرمائی، بلکہ حضرت سارہ علیہا السلام نے حضرت ہاجرہ علیہا السلام نامی وہ باندی حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ہبہ کر دی اور پھر وہی ام اسماعیل علیہ السلام بنیں۔"(24)

22- مصدر سابق، رقم:28۔

23- مصدر سابق، كتاب البيوع، باب شراء المملوك من الحربى وهبته وعتقه، رقم:2217۔

24- محمد زکریا اقبال، **قصص الحدیث** (کراچی، دارالاشاعت، 2000ء)، 29۔

فقہاء کرام نے یہ بات بھی ذکر فرمائی ہے کہ کافر کو تحائف دینے سے بھی پرہیز کیا جائے خاص کر ان کے مذہبی تہوار پر ہدیہ دینا محبت اور تعلق کی علامت ہے، جو شرعاً ناجائز ہے، بلکہ اگر ان کے تہوار کے دن کی تعظیم کرتے ہوئے ہدیہ دیا تو کفر کا اندیشہ ہے؛ اس لیے اس سے پرہیز واجب ہے، امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

"ومن أهدى يوم النوروز إلى إنسان شيئاً وأراد تعظيم النوروز كفر."(25)

(جس نے نوروز کے دن اسی دن کے تعظیم کی خاطر کسی کو کوئی تحفہ دیا تو اس نے کفر کیا۔)

اسی طرح علامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"وَالْإِعْطَاءُ بِاسْمِ النَّيْرُوزِ وَالْمِهْرَجَانِ لَا يَجُوزُ أَيْ الْهَدَايَا بِاسْمِ هَذَيْنِ الْيَوْمَيْنِ حَرَامٌ"(26)

(کسی کو نیروز اور مہرجان کے نام پر تحفہ دینا جائز نہیں یعنی اس دین کے خاطر کسی کو تحفہ دینا حرام ہے۔)

دیگر فقہاء کرام کی طرح علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ بھی تحریر فرماتے ہیں:

"فيه استحباب رد هدايا المشركين." (27)

(اس آیت میں اس بات کی دلیل پائی جاتی ہے کہ مشرکین کے ہدایا اور تحفے رد کرنا مستحب ہے۔)

صاحب روح المعانی علامہ آلوسی بغدادی رحمۃ اللہ علیہ اس بات کو علت کے ساتھ معلول سمجھتے ہیں یعنی اگر کوئی مصلحت دین ہو تو رد کرنا مستحب ہے ورنہ مستحب نہیں ہے جس طرح کہ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"استدل بالآية على استحباب رد هدايا المشركين، والظاهر ان الامر كذالک اذا كان فی الرد مصلحة دينية لا مطلقاً."28

(آیت سے استدلال کیا گیا ہے کہ مشرکین کے ہدایا رد کرنا مستحب ہے اور ظاہر ہے کہ جب ہدایا کو رد کرنے میں دینی مصلحت ہو تو یہ رد کرنا مستحب ہے مطلق رد کرنا مستحب نہیں ہے۔)

عبد الماجد دریا آبادی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"فقہاء نے کہا ہے کہ کافروں کے ہدیہ کو رد کر دینا جب مصلحت اسی میں ہو مستحب ہے۔"(29)

25- امام ابو حنیفہ نعمان بن ثابت، الفقه الأكبر (بیروت، دارالفکر 1423ھ)، ۳۰۶۔

26- محمد امین ابن عابدین، ردالمحتار علی الدر المختار (ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی، س ن)، ۶:۷۵۴۔

27- سیوطی، مقدمه الاكليل فی استنباط التنزيل، 121۔

28- آلوسی، تفسیر القران العظیم 19:200۔

29- مولانا عبد الماجد دریا آبادی، **تفسیر ماجدی** (تاج کمپنی، کراچی، 1982ء)، 728۔

اس واقعہ میں اللہ تعالیٰ نے ملکہ سباء کے یہ الفاظ بیان کیے ہیں:

﴿ وَإِنِّي مُرْسِلَةٌ إِلَيْهِمْ بِهَدِيَّةٍ ﴾(30)

(اور میں ان کی طرف کچھ تحفہ بھیجتی ہوں۔)

ہم کہہ سکتے ہیں کہ اگر ہدیہ و تحفہ بھیجنے والے کے شر کے بارے میں پتہ چل جائے تو اس کے تحفہ کو واپس بھی کیا جاسکتا ہے، جیسا کہ سیدنا سلیمان علیہ السلام نے کیا حالاں کہ آپ علیہ السلام ملکہ سباء کو اسلام کی دعوت دے چکے تھے۔ خلاصہ یہ کہ کافر کے ہدیہ کو اگر رد کرنے میں مصلحت ہو تو اسے رد کردینا چاہیے اور اگر قبول کرنے میں مصلحت ہو تو اس مصلحت کے پیش نظر اسے قبول کرنے میں کوئی حرج بھی نہیں۔

3- پیغام نکاح (منگنی) سے پہلے مخطوبہ (منگیتر) کو ایک نظر دیکھنا مناسب ہے

شریعت میں "منگنی" شادی کے پیغام کو کہتے ہیں یعنی مرد عورت سے شادی کرنے کا پیغام دے، اور اہل علم کے ہاں شادی کرنے والے کا منگنی کرنا مشروع ہے، اللہ سبحانہ وتعالی کا فرمان ہے:

﴿وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا عَرَّضْتُمْ بِهِ مِنْ خِطْبَةِ النِّسَاءِ أَوْ أَكْنَنْتُمْ فِي أَنْفُسِكُمْ﴾(31)

(اور تم پر کوئی گناہ نہیں کہ تم عورتوں کو اشارے کنائے میں نکاح کا پیغام دو۔)

اور نبی مکرم ﷺ سے بھی ثابت ہے کہ انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو شادی کا پیغام دیا تھا اور ان سے منگنی کی تھی اور صحیح بخاری میں یہ بھی ہے کہ نبی ﷺ نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے منگنی کی تھی، اب یہاں زیر بحث مسئلہ یہ ہے کہ کیا منگیتر کو منگنی سے پہلے ایک دوسرے کو دیکھنا جائز ہے کہ نہیں۔ چنانچہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

﴿قِيلَ لَهَا ادْخُلِي الصَّرْحَ فَلَمَّا رَأَتْهُ حَسِبَتْهُ لُجَّةً وَكَشَفَتْ عَنْ سَاقَيْهَا﴾(32)

([پھر] اس سے کہا گیا کہ محل میں چلئے جب اس نے اس (کے فرش) کو دیکھا تو اسے پانی کا حوض سمجھا اور (کپڑا اٹھا کر) اپنی پنڈلیاں کھول دیں۔)

آیت مذکورہ سے استدلال کرتے ہوئے علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

30- القرآن 35:27۔

31- القرآن 235:2۔

32- القرآن 44:27۔

" قال السدي كان قد نعت له خلقها فأحب أن ينظر إلى ساقيها. أخرجه ابن أبي حاتم، فيستفاد منها النظر قبل الخطبة."(33)

(امام سدی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ سلیمان علیہ السلام کے سامنے ملکہ بلقیس کے حسن کی تعریف کی گئی تو آپ علیہ السلام نے چاہا کہ کیوں نہ اس کے پنڈلیوں کو دیکھا جائے، اس سے یہ مسئلہ معلوم ہوتا ہے کہ منگنی سے پہلے منگیتر کو دیکھا جاسکتا ہے۔)

اس آیت کریمہ سے علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ منگیتر کو نکاح سے پہلے دیکھنے کے جواز پر استدلال کر رہے ہیں جس کی تفصیل کچھ اس طرح ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے منگنی کرنے والے کو منگنی سے پہلے ایک نظر اپنی منگیتر کو دیکھنے کی رغبت دلائی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

"عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِّ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِذَا خَطَبَ أَحَدُكُمُ الْمَرْأَةَ، فَإِنِ اسْتَطَاعَ أَنْ يَنْظُرَ إِلَى مَا يَدْعُوهُ إِلَى نِكَاحِهَا فَلْيَفْعَلْ."(34)

(جب تم میں سے کوئی ایک کسی عورت سے منگنی کرے تو اگر اس سے نکاح میں رغبت دلانے والی چیز دیکھ سکے تو اسے ایسا کرنا چاہیے۔)

نکاح سے پہلے لڑکی کو دیکھنے کی گنجائش ہے، بہتر یہ ہے لڑکی کو محارم کی موجودگی میں دیکھا جائے، نکاح سے پہلے خلوت میں ملنا جائز نہیں، علامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"(قوله: ولا يجوز النظر إليه بشهوة) أي إلا لحاجة وكخاطب يريد نكاحها فينظر --- بنية السنة لا قضاء الشهوة."(35)

33- سیوطی، مقدمہ الاكليل فی استنباط التنزيل، 202۔

34- ابو داود سلیمان بن اشعث، السنن ، كتاب النكاح، بَابٌ فِي الرَّجُلِ يَنْظُرُ إِلَى الْمَرْأَةِ وَهُوَ يُرِيدُ تَزْوِيجَهَا (مکتبہ رحمانیہ، لاہور س ن)، رقم: 2082۔

35- ابن عابدین، ردالمحتار على الدرالمختار، 1: 407۔

(کسی خاتون کو شہوت کی نظر سے دیکھنا جائز نہیں ہے البتہ کسی ضرورت کی بنا پر دیکھا جا سکتا ہے۔ جیسا کہ قاضی کو اگر فیصلہ کرنے میں اس کی ضروت پڑے یا جیسا کہ کوئی منگنی کا پیغام دینا چاہتا ہو تو اسے سنت کی نیت سے دیکھے نہ کہ شہوت کے نیت سے۔)

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے ایک روایت ہے:

" أَنَّهُ خَطَبَ امْرَأَةً، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: انْظُرْ إِلَيْهَا، فَإِنَّهُ أَحْرَى أَنْ يُؤْدَمَ بَيْنَكُمَا. "(36)

(حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایک عورت سے منگنی کی تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا: اسے دیکھ لو کیونکہ ایسا کرنا تم دونوں کے مابین زیادہ استقرار کا باعث بنے گا۔)

اسی طرح ایک روایت حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی ہے:

"كنت عند النبي صلى الله عليه وسلم فأتاه رجل فأخبره أنه تزوج امرأة من الأنصار فقال له رسول الله صلى الله عليه وسلم أنظرت إليها قال لا قال فاذهب فانظر إليها فإن في أعين الأنصار شيئا."(37)

(میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھا تو ایک شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر کہنے لگا میں نے ایک انصاری عورت سے شادی کی ہے، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے فرمایا: کیا تم نے اسے دیکھا ہے؟ وہ کہنے لگا نہیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جاؤ اسے جا کر دیکھو کیونکہ انصار کی آنکھوں میں کچھ ہوتا ہے۔)

36- الدارمی، السنن، کتاب النکاح، بَابُ الرُّخْصَةِ فِي النَّظَرِ إِلَى الْمَرْأَةِ عِنْدَ الْخِطْبَةِ، رقم:2218۔

37- مسلم بن حجاج القشیری، الجامع الصحیح ،کتاب النکاح، بَابُ نَدْبِ النَّظَرِ إِلَى وَجْهِ الْمَرْأَةِ وَكَفَّيْهَا لِمَنْ يُرِيدُ تَزَوُّجَهَا(بیروت، درالکتب العلمیة، 1989)، رقم:2644۔

ان نصوص شرعیہ سے تو اتنی بات معلوم ہوگئی کہ منگیتر کو دیکھنا مستحب ہے مگر اس کا قطعاً یہ مطلب نہیں کہ بار بار دیکھتے رہیں یا خلوت وجلوت میں ایک دوسرے سے دوستی بنائیں بلکہ علماء کرام نے دیکھنے کی کچھ حدود وقیود ذکر کی ہیں، چنانچہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"جب مرد کسی عورت سے شادی کرنا چاہے اس کے لیے عورت کو بغیر اوڑھنی کے دیکھنا جائز نہیں، ہاں اس کا سر ڈھانپے ہونے کی شکل میں صرف چہرہ اور ہاتھ اس کی اجازت سے یا اجازت کے بغیر بھی چھپ کر دیکھ سکتا ہے۔"(38)

امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

"دونوں پاؤں، ہتھیلیاں، اور چہرہ دیکھنے کی اجازت ہے۔"(39)

ابن عابدین رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے:

"چہرہ، ہتھیلیاں، اور قدم دیکھنے مباح ہیں اس سے تجاوز کرنا صحیح نہیں۔" (40)

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

صرف چہرہ اور ہتھیلیاں دیکھ سکتا ہے۔(41)

اسی طرح امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کی روایات بھی مختلف ہیں جیسا کہ:

1. ہاتھ اور چہرہ دیکھ سکتا ہے۔
2. عام طور پر جو ظاہر ہو وہ دیکھ سکتا ہے مثلاً گردن، پنڈلیاں، وغیرہ۔(42)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جمہور علماء کرام کے ہاں اس مسئلے میں دیکھنے کی کچھ حدود ہیں جیسا کہ منگیتر کا چہرہ، اور ہتھیلیاں دیکھنا مباح ہیں اس لیے کہ چہرہ خوبصورتی اور جمال پر یا پھر بدصورتی پر دلالت کرتا ہے اور ہتھیلیاں عورت کے بدن کے نحیف یا موٹا وزرخیز ہونے پر دلالت کرتی ہیں۔

39- ابوالحسن علی بن محمد ماوردی، النکت والعیون المعروف بتفسیر الماوردي (بیروت: دار الکتب العلمیة، 1999)، 34:9۔

39- ابن رشد محمد بن احمد، بدایة المجتهد ونهایة المقتصد (قاہرہ، دار الحدیث، 2002), 10:3۔

40- ابن عابدین، ردالمحتار علی الدر المختار، 325:5۔

41- عبداللہ بن أحمد بن محمد ابن قدامہ، المغنی (بیروت: مکتبة القاهرة، 1968ء)، 454:7۔

42- مرجع سابق، 454:7۔

جہاں تک بات ہے منگیتر سے خلوت کرنے کی، تو ایسا کرنا کسی بھی حال میں جائز نہیں بلکہ حرام ہے، اور شریعت میں دیکھنے کے علاوہ کچھ وارد نہیں اس لیے یہ اپنی تحریم پر باقی ہے، اوراس لیے بھی کہ خلوت کی بنا پر ممنوعہ کام کے وقوع سے مامون نہیں بلکہ اس میں وقوع کا خدشہ ہے، اور نبی ﷺ کا فرمان تو یہ ہے:

”عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لاَ يَخْلُوَنَّ رَجُلٌ بِامْرَأَةٍ إِلاَّ كَانَ ثَالِثَهُمَا الشَّيْطَانُ.“[43]

(کوئی بھی مرد کسی عورت سے خلوت نہ کرے کیونکہ ان دونوں میں تیسرا شیطان ہو گا۔)

آئمہ اور علما کی آراء کے پیش نظر نکاح کا پیغام دینے سے پہلے منگیتر کو دیکھنا جائز ہے تاکہ بعد میں ندامت نہ ہو البتہ خلوت میں ملنا یا بار بار ملنا یا بنظر شہوت دیکھنا یا اسی طرح ہاتھ اور چہرے کے علاوہ کسی اور جگہ کو دیکھنا جائز نہیں ہے۔

خلاصہ بحث

اس بحث کا خلاصہ تین فقہی مسائل پر مشتمل ہے، پہلا مسئلہ جانوروں کی تادیب اور سزا کے فقہی احکام کا ہے کہ جانوروں کو کسی مصلحت اور ضرورت کی بنا پر ذبح کرنا اور تادیب و سزا دینا جائز ہے جب کہ بغیر کسی مصلحت کے کسی بھی حیوان کو تکلیف دینا ناجائز ہے۔ دوسرا مسئلہ مشرکین کے تحائف اور ہدایہ کے لین دین کا ہے، یہ مسئلہ بھی پہلے مسئلے کی طرح معلول بر علت ہے، کہ اگر کافر کے ہدیہ کو رد کرنے میں مصلحت ہو تو اسے رد کر دینا چاہیے اور اگر قبول کرنے میں مصلحت ہو تو اسے قبول کرنا چاہیے، بلا وجہ رد کرنا مناسب نہیں۔ آخری اور جدید معاشرے کا اہم مسئلہ پیغام نکاح (منگنی) سے پہلے منگیتر کو دیکھنے کا ہے، جمہور علماء کرام کے ہاں اس کی کچھ حدود و قیود ہیں جیسا کہ منگیتر کا چہرہ، اور ہتھیلیاں دیکھنا مباح ہیں اس لیے کہ چہرہ خوبصورتی اور جمال، یا پھر بدصورتی پر دلالت کرتا ہے اور ہتھیلیاں عورت کے نحیف یا صحت مند ہونے پر دلالت کرتی ہیں، جہاں تک بات ہے منگیتر سے خلوت میں ملاقات کی تو یہ کسی بھی حال میں جائز نہیں بلکہ حرام ہے۔

43- ترمذی،الجامع ،کتاب النکاح، بَابُ مَا جَاءَ فِي كَرَاهِيَةِ الدُّخُولِ عَلَى المُغِيبَاتِ، رقم:1171۔

مصادر و مراجع

1. شہاب الدین محمود بن عبد اللہ آلوسی، **روح المعاني في تفسير القرآن العظيم**، بیروت: دار الكتب العلمية، 1415ھ۔
2. ابن رشد محمد بن احمد، **بداية المجتهد ونهاية المقتصد**، قاہرہ: دار الحديث، 2002ء۔
3. ابن عابدین محمد امین، **ردالمحتار علی الدر المختار**، کراچی: ایچ ایم سعید کمپنی، س ن۔
4. ابن قدامہ عبد اللہ بن أحمد بن محمد **المغنی**، بیروت: مكتبة القاهرة، 1968ء۔
5. ابن ماجہ ابو عبد اللہ محمد بن یزید القزويني، **السنن**، ریاض: دارالسلام۔
6. ابو داود سلیمان بن اشعث، **السنن**، لاہور: مکتبہ رحمانیہ، س ن۔
7. محمد زکریا اقبال، ***قصص الحديث***، کراچی: دارالاشاعت، 2000ء۔
8. امام مالک بن انس، **الموطا**، لاہور: مطبع مجتبائی، 1495ھ)۔
9. محمد بن اسماعیل البخاری، **الجامع الصحيح**، کراچی: قدیمی کتب خانہ، س ن۔
10. ابو عیسی محمد بن عیسی ترمذی، **الجامع**، کراچی: قدیمی کتب خانہ، س ن۔
11. اشرف علی تھانوی، **بیان القرآن**، کراچی: دارالاشاعت، س ن۔
12. عبدالحلیم چشتی، **فوائد جامعہ بر عجالہ نافعۃ**، لاہور: علمی بک ڈپو. س ن۔
13. غلام محمد حریری، **تاریخ تفسیر ومفسرین**، فیصل آباد: ملک سنز اینڈ پبلشرز. 1999ء۔
14. ابو محمد عبد اللہ بن عبد الرحمن الدارمی، **ا لسنن**، ملتان: نشر السنة، 1966ء۔
15. دانش گاہ پنجاب، **اردو دائرہ معارف اسلامیہ**، لاہور: دانش گاہ پنجاب، 2006ء۔
16. مولانا عبد الماجد دریا آبادی، **تفسیر ماجدی**، کراچی: تاج کمپنی، 1982ء۔
17. جلال الدین السیوطی، **كتاب التحدث بنعمة الله**، قاہرہ: المطبعة العربية الحديثة، 1975ء۔
18. جلال الدین السیوطی، **مقدمه الاتقان فی علوم القرآن**، کوئٹہ: مکتبہ المعروفیہ۔
19. جلال الدین السیوطی، **مقدمه الاكليل فی استنباط التنزيل**، بیروت: درالكتب العلمية، 1981ء
۔
20. محمد سید طنطاوی، **التفسير الوسيط للقرآن الكريم**، قاہرہ: دار نهضة، 1997ء۔
21. بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی، **عمدة القاری شرح صحيح البخاری**، بیروت :دارالفکر۔

22. محمود احمد غازی، **محاضرات قرآنی**،لاہور:الفیصل ناشران وتاجران.2002ء۔

23. ابوعبداللہ محمد بن احمد القرطبی. **الجامع لاحکام القرآن**، کوئٹہ:مکتبہ رشیدیہ، س ن۔

24. ابوالحسن علی بن محمد الماوردی،**النکت والعیون المعروف بتفسیر الماوردي**،**بیروت**:دار الکتب العلمیة،2005ء۔

25. مسلم بن حجاج القشیری،**الجامع الصحیح** ،**بیروت**:درالکتب العلمیة،1989ء۔

26. نصر بن محمد احمد ابو اللیث السمرقندی،**تفسیر السمرقندی المسمی بحر العلوم**،**بیروت**: دارالفکر، 1997ء۔